

تعمیر حیات

پندرہ روزہ



خودی کی سعیتیں

یہ موجِ نفس کیا ہے تلوار ہے خودی کیا ہے تلوار کی دھار ہے
 خودی کیا ہے رازِ درونِ حیات خودی کیا ہے بیداری کا نجات
 خودی جلوہ بدست و خلوت پسند سمندر ہے اک بوندِ پانی میں بند
 ازل اس کے پیچھے ابد سامنے نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے
 خودی کے نگہباں کو ہے زہرِ ناب وہ ناں جس سے جاتی ہے اس کی آب
 وہی ناں ہے اس کے لئے ارجند رہے جس سے دنیا میں گردنِ بلند
 تری آگ اس خاکداں سے نہیں جہاں تجھ سے ہے تو جہاں سے نہیں
 جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود کہ خالی نہیں ہے ضمیر و وجود

یہ ہے مقصد گردشِ روزگار
 کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار

(اقبال)

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India)

مشرق کے بہترین روح پرور عطریات جو اپنی ہمینی ہمینی خوشبو کے لئے مشہور ہیں!



عطر مجموعہ ۹۶
 ATTAR MAJMUA 96
 عطر نسیم
 ATTAR NASEEM
 حامی اینڈ کمپنی پرفیومرس
 HAMI & CO. Perfumers
 Juma Masjid, BOMBAY-2 (INDIA)

PREMIER ADVERTISERS

بہترین تھریو کریمی چاری کے حالات لکھ کر طبعی شکرہ منت حاصل کیجئے

ہم سارا نو سو بیڑی ٹانگ (پوسٹ کے نام سے) اور ہر دو روز ایک بار لکھ کر منجھانے کے لئے بھیجئے۔

فحاشیوں
 خوں صفا
 شہوت
 نزلت
 خوں صفا
 خوں صفا
 خوں صفا
 خوں صفا

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

مسابقتی مین
 خالصتے گھنے اور
 میوہ جات سے بھر پور
 میٹھائیاں اور صلیوٹ
 عذوقِ دلپذیر
 سلیمان افلاطون
 راضیہ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہٹتے ہیں۔
 ڈرائی فروٹ برنی
 بکٹ ایکٹ + قلاقند + ملائی + برنی + کوکو ملائی برنی
 ہر قسم کے تازہ و مست
 بسکٹ
 اور
 نان خطائیاں
 خمیدہ کے مقابلے اعتماد مرکز
 سلیمان عثمان میٹھائی والے
 مینٹارہ مسجد کے پیچھے، بمبئی 320059
 بیکنگ پی - ۳۳ - مستعد علی روڈ بمبئی - ۲

براہ کرم جو اب طلب امور کے لئے جو ابی خط ارسال کریں
 نیز حوالہ خریداری نمبر ضرور تحریر کریں۔ (مبئی)

مٹو کے اصلی نوری تیل کی خاص پہچان

- لیبل پر مینوفیکچرنگ لائسنس نمبر U18/77 ضرور دیکھیں
- کیپسول پر (M) مارک دیکھیں
- اگر لیبل پر مذکورہ لائسنس نمبر نہ ہو اور ایسی مارک نہ ہو یا دوسرا مارک ہو تو ہرگز نہ خریدیں۔

نورانی تیل
 درد، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے
 کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مٹونا، بھون، یوپی

ماہ شعبان کی عظمت و اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا کہ سال کے ہر ماہ کے ابتدائی ایام کا روزہ رکھتے تھے مگر شعبان میں آپ کی کیفیت کچھ اور ہی ہوتی تھی، عبادت و تلاوت، اذکار و نوافل کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ بخاری نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے:

ات السنی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یصوم شہراً اکثر من شعبان فاشاہ کأن یصوم کلہ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوائے شعبان کے کسی مہینہ کا پورا روزہ نہیں رکھتے تھے۔ اسی حدیث کو بخاری نے بھی الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ روایت کیا ہے، اور بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ سے حدیث مروی ہے فرماتی ہیں:

وما رايتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر الا کفر صیاماً فی شعبان۔

اس نے آپ کو شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

نیز بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے بعد افضل ترین روزہ شعبان کا ہے۔

خادم خاص اور ازواج مطہرات سے زیادہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی احوال کا جاننے والا کون ہو سکتا ہے، اگرچہ محدثین نے ان احادیث طیبہ کی تشریح میں کہا ہے کہ پورے شعبان سے مرد و شعبان کا اکثر و بیشتر حصہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ کسی سال مسلسل روزہ رکھتے کسی سال تاخیر فرماتے عام طور پر شعبان کے آخری عشرہ میں روزہ نہیں رکھتے تھے، بلکہ رمضان المبارک کے استقبال کی تیاری میں مشغول ہو جاتے تاکہ جسمانی قوت و توانائی بحال ہو جائے اور ذہنی آسودگی کے ساتھ رمضان کے روزہ کی تکمیل آسان ہو جائے، اگرچہ آپ کے لئے مسلسل

روزے رکھنا محال اور خلاف توقع نہیں تھا، مگر مقصود امت کی تعلیم و تربیت ہے کہ سادہ اتباع سنت کے شوق میں رخصت کی اور ان کی کوتاہی سے سزاؤں سے بوجہ بلکہ ضروری تھا کہ وسوسہ کا دروازہ کھلا رہے، اور ہر شخص اپنی بہت و قوت کے مطابق آپ کی پیروی کرے اور فرائض و سنن و واجبات ہر ایک کی رعایت کرے اور استقامت برقرار رہے، اس لئے کہ آپ کو وہی اعمال محبوب تھے جن پر خداوند برقرار رہے، خواہ ٹھوڑا ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ ترمذی نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیہ السلام بالاعمال ما تطیقون فواللہ لایلل اللہ حق تملوا۔ یعنی اپنی قوت و استطاعت کے بقدر عمل و عبادت کرو اللہ تعالیٰ دینے سے نہیں گھبراتے یہاں تک کہ تم عمل کرنے سے گمراہ جاؤ۔

عز کرنے کا مقام ہے کہ ماہ شعبان کو دیگر تمام مہینوں پر فوقیت دینے میں کیا حکمت و مصلحت مفسر ہے اس سلسلہ میں سنانی و ابو داؤد اور طحاوی کی روایت بخاری سے نقل کی، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کسی اور مہینہ میں اس قدر روزے نہیں رکھتے جتنے شعبان میں روزے رکھتے ہیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هو شہر یفضل الناس عنہ رجب ورمضان و هو شہر تدفع فیہ الأعمال الی رب الغلین نامہ ان ینفع عملی وانا صاحبہ۔

اس حدیث میں دو باتیں قابل ذکر ہیں اول یہ کہ شعبان ماہ حرم یعنی جب رمضان کے ماہ میں پڑتا ہے جن میں جنگ و جدال لوٹ مار فتنہ و فساد اور دیگر خرافات ممنوع و حرام ہیں، جب کہ اگر مہینہ قبائلی صحرا نشین ہوتے ہے، اور وہ شعبان زندگی گزارتے تھے، ان کی عیشت کا انحصار لوٹ مار ڈاکوئی یا موشیوں پر ہوتا

تھا، اور قبائلی عصبیت و جہالت کے باعث ہمیشہ خانہ جنگی میں مشغول رہتے تھے، اس کے باوجود اشہر حرم کا بڑا پاس و لحاظ رکھتے تھے، اور ان ایام میں لڑائی جھگڑے اور چوری دیکھنے سے تائب ہو جاتے، اور جسے یہی ماہ حلال آتا ان کی درندگی عموماً آتی اور ان کی سرگرمیاں بڑھ جاتیں خاص طور سے شعبان میں بڑی مسرور آرائیاں ہوتیں تاکہ ایک ماہ پیشتر کی خیرات دولت جمع کر لیں لہذا اس مہینے میں بڑے بڑے کچھ بھی اخلاق و محبت اور اعزاز و اقرار پروردگار کا جذبہ ہوتا اس کو فراموش کر دیتے تھے، چنانچہ ”ہو شہر یفضل الناس عنہ بین رجب ورمضان“ سے اس کا جانب اشارہ مقصود ہے، اور انھیں انسانیت سوز حرکتوں کو ختم کرنے کے لئے شعبان میں عبادت و اطاعت کی زیادتی اور روزے کی کثرت پر ابھارا گیا ہے، اس لئے کہ اسلام دین نغزت و حکمت ہے، طبیعت کو درویش کا علاج فطری روحانی طریقہ سے کرنا ہے، اور ذہنی و فکری طور سے بندہ کو عبودیت قریب کر دیتا ہے، چونکہ عبادت و بندگی قرب الہی کے حصول کا سب سے موثر ذریعہ ہے، اور روزہ ہوس پرستی اور شیطانی وساوس کے توڑ کا بہترین علاج ہے لہذا حکمت کا تقاضا تھا کہ شعبان میں اعمال مالوہ اور روزہ کا اہتمام و التزام کیا جائے تاکہ بندہ اور مومن کے قرب میں استحکام پیدا ہو۔

۲- اور ہو شہر تدفع فیہ الاعمال الی رب العلمین سے حقیقت مشکف ہوتی ہے کہ شعبان کو بے شرف حال ہے کہ اس ماہ میں بندوں کے اعمال و افعال کی نہرست بارگاہ ایزدی میں پیش کی جاتی ہے جہاں سے ملائکہ کو نئے احکامات صادر کئے جاتے ہیں اس کی مثال ہمارے دنیاوی کاروبار کی ہے ہر سال حساب و کتاب کے ذریعہ نفع و نقصان کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور کاروبار کے لئے نئی حکمت عملی اختیار کی جاتی ہے نئے رجسٹر مرتب کئے جاتے ہیں۔ ایسا عام طور پر مارچ میں ہوتا ہے جس کو بیت کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گوارا نہ تھا کہ نہرست خداوندی

میں آپ کا اسم مبارک پھر روزہ داروں میں لکھا جائے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شعبان میں روزہ کی کثرت کا سبب دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مہینہ میں ان تمام اشخاص کے نام لکھے جاتے ہیں جو پورے سال میں مرتے والے ہوتے ہیں۔ یہ اراد لیا جاتا ہے کہ میری موت ایسی حالت میں لکھی جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (مضامین نبوی)۔ آپ کی تندرستی و آرزو تھی کہ جب ملک الموت کو مرتے والوں کے اسماء کی فہرست دی جا رہی ہو تو اس فہرست میں آپ کا نام صاحبین کی صف میں ہو،

سوچنے کی بات ہے کہ جب نبی موصوم کی رہنمائی تو پھر کون سا مشہور انسان ہو گا جو روزہ داروں میں اپنا نام لکھے جائے کی تندرستی کے، مگر آج مسلمانوں کا دینی جذبہ اتنا ماند پڑ گیا ہے کہ اپنے انجام کا ذرہ برابر نہک نہیں، نفس پرستی نے اس لائق نہیں چھوڑا کہ فرائض کی پابندی ہو سکے، چہ جائیکہ سنن و واجبات کا التزام کیا جائے یہ سب سچو ہے دین سے لڑائی اور جب نبوی کے فقدان کا، ایک وہ قرن اول کے بھی مسلمان تھے جو ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے ہیں تاکہ ہم بھی کریں عبادت و بندگی کا اتنا شوق و جذبہ ہوتا کہ جنہیں حالات میں سرکار دو عالم کو نیت عمل سے منع فرماتے تھے کہ اپنے اوپر آنا ہی بوجھ ڈالو جتنا ممکن ہو، جیسا کہ بخاری نے عبد اللہ بن عمرو العاص کا قصہ نقل کیا ہے لیکن یہ مقام ذکر کا نہیں، مگر ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہمارا مرتبہ کیا ہے ہم کس امت کے افراد ہیں، کس رسول کے پیرو ہیں۔

شعبان در اصل رمضان المبارک کے لئے اپنے کو ذہنی و فکری اور جسمانی طور پر تیار کرنے کا مہینہ ہے حضرت انس فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا رمضان کے بعد کون سا روزہ سب سے افضل ہے تو فرمایا شعبان کا روزہ جو کہ رمضان کی تعلیم کے لئے رکھا جائے (طحاوی)

اس سے معلوم ہوا کہ شعبان کا روزہ رکھنے کی مصلحت و حکمت رمضان کی عبادت و اہمیت کا احترام کرنا اور اس ماہ مبارک کے انوار و برکات سے مناسبت پیدا کرنا ہے کیونکہ صوم رمضان صرف ہونے کا

تعمیر حکایات

شعبۃ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
جلد نمبر ۲۰، ۲۵ مئی ۱۹۸۳ء، ۱۱ شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ، شمارہ نمبر ۱۲

دینی تعلیم کی اہمیت و ضرورت

کسی ملت کی حیات اجتماعی کے لئے اور اس کی تیز رفتاری کے لئے جہاں اور بہت سی چیزیں ضروری ہیں وہاں سب سے بنیادی ضرورت یہ ہے کہ اس امت اور ملت کے ہر فرد کا ان عقائد پر ایمان توکا ہو جن کی بنیاد پر وہ ملت مخصوص نام سے پکارا جاتی ہے، مسلمان ایک ملت ہیں اور اس ملت کے بھی مخصوص عقائد اور مخصوص اعمال ہیں جن کو ماننے اور جن پر عمل کرنے سے کوئی فرد مسلمان کہلاتا ہے اور ملت اسلامیہ کا وہ ایک جز سمجھا جاتا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ مسلمان اپنے عقائد میں راسخ ہوں اور عبادات و معاملات میں دینی احکام کے پیرو اور متبع ہوں، لیکن یہ مقصد کیسے حاصل کیا جائے گا اور ان ضروری بلکہ اشد ضروری کام کو کس طرح انجام دیا جائے گا۔ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب ہمارے وہ دینی مکاتب اور دینی مدارس ہیں جو ابتدائی معیار سے لے کر انتہائی معیار تک دینی تعلیم کی اشاعت کا ذریعہ ہیں۔

دینی عقائد اور دینی احکامات و معاملات کی تعلیم کا وہ ناگزیر حصہ جس کے بغیر ایک مسلمان صحیح معنی میں مسلمان نہیں کہا جاسکتا ہے ابتدائی تعلیم کا زمانہ اور ابتدائی عمر ہے۔ چار پانچ برس کی عمر سے لیکر ۱۲-۱۳ سال کی عمر تک کا زمانہ درحقیقت بچوں کی تعلیمی اور دینی اساس کو مضبوط بنانے کا زمانہ ہے اس عمر میں بچوں کو جو عقائد اور دین کے جو فرائض و واجبات اور دینی اخلاق کی جو تعلیم و تربیت دے

زرتعادت
اندرون ملک
قبرچہ
بیرون ملک
ہوائی ڈاک
ایشیائی ملک
افریقی ملک
یورپ و امریکہ

ابوالعرفان شادی

دی جائے گی، وہی اس کی دینی ثقافت کا اصل سرمایہ ہوگا۔ بعد کی زندگی میں وہ تعلیم کے کسی مرحلہ میں داخل ہوگا تو اس پر کسی ایسی فکر اور عقیدہ کا اثر نہیں ہوگا جو اسلامی عقائد اور اس کی روح کے خلاف ہو۔

اس لئے ہمارے نزدیک یہ بہت ضروری ہے کہ مسلمان بچوں کی دینی تربیت کے لئے مکاتب و مدارس کا ایک وسیع دائرہ وجود میں آئے، یہ ضرورت صرف ان سرپرستوں اور والدین کی نہیں ہے جن کے بچوں کو تعلیم کی ضرورت ہے۔ یہ ضرورت پوری ملت اسلامیہ کی ہے اور ضرورت پوری امت کی ہے کیونکہ علم و تعلیم کا معاملہ ہے کہ ہر نسل اپنی پہلی نسل سے حاصل کرتی ہے اور بعد میں آنے والی نسل کی طرف منتقل کرتی ہے، اور کسی غفلت و بے توجہی کے نتیجہ میں ایک نسل بھی دینی تعلیم و تربیت سے محروم رہی تو آئندہ آنے والی نسل کا تعلق دینی عقائد اور دین سے منقطع ہو جائے گا۔

یہ مسئلہ اس سیاق و سباق میں اور زیادہ ضروری اور فرض ہو جاتا ہے کہ سرکاری تعلیم گاہوں میں جو نصاب تعلیم پڑھایا جاتا ہے وہ باسیکلر ہے اور باسیکلر کے نام پر مشرکانہ ثقافت کا حامل ہے اور یہ دونوں صورتیں مسلمان بچوں کو ان کے دینی عقائد سے دور کرنے والی ہیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مسلمان دراصل صاحب دعوت قوم ہیں، ان کی اساس اور بنیاد کشتہ خیر امتہ اخیرت للناس تا مروت بالمعروف و تنہون عن المنکر پر ہے۔ اور مسلمان جہاں بھی ہو اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی اس اولین حیثیت (قدیم مقام)

اسے دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شاہد پر آپ کا جذبہ ختم ہو چکا ہے لہذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین داروں کا نظام اندوۃ العلماء کا زمانہ آج کی خدمت میں پہنچا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمائیے، اگر اگلے شاہد کی روایت سے آپ کا جذبہ باظہار معلوم نہ ہو تو یہ کہہ کر کہ آپ کو دی، بی بی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے، اگلا پر جمع دی، خیر ہ ۲۵ ۲۵، ۲۵ کے مطالب میں دی، بی سے روزانہ ہوگا، چندہ باخط بھیجیے وقت اپنا نمبر جاری رکھنا چھوڑیں۔

شہر مکہ مکرمہ عہد نبوی میں

از: مولانا سید محمد رابع حسینی ندوی
(صدر شعبہ عربی دارالعلوم ندوۃ العلماء)

حقاً جانندہ ہی کا شہر ہے نہ یہاں پر گھاس اگتی نہ یہاں پر پھول کھتا ہے مگر اس سرزمین سے آسمان بھی جگمگ کرتا ہے یہ بے سبزہ و بے گھاس زمین دراصل وادی بکر کا ذریعہ کی زمین ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے خاندان کو ٹھہرایا تھا بانی اور سبزہ کا گڑھی وجود نہ تھا۔ یہ ہے وہ مکہ جو اب ثمرات کل شمی سے سمور ہے۔ بانی اور سبزہ بھی حاصل ہو گیا ہے اور شہر کے لوگ اس سے منتفع ہوتے ہیں یہ سب اس مبارک گھر کی برکت ہے جو مکہ کے نام سے موسوم ہے بیت اللہ شریف کو شہر مکہ مکرمہ کے بالکل وسط میں واقع ہے اس کے ارد گرد تقریباً ایک فرنگ مربع میں حرم کی موجودہ عمارت ہے لیکن قبل اول میں حرم کی سمت کوہ کی عمارت سے صرف چند گز فاصلہ تک تھی اس کے نکانات اور آبادی شروع ہو جاتی تھی۔

حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت حرم سے قریب ہی واقع محلہ سوق اللیل میں ہوئی۔ اس جگہ آپ کے والد بزرگوار حضرت عبدالمنعم بن عبدالمطلب کی رہائش گاہ تھی۔ اس مکان کی جگہ پر اب مکہ مکرمہ لائبریری (مکتبہ مکہ المکرمہ) قائم ہے۔ یہ مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت زمانے کے بعد آپ کے اعزہ کرام کی تحویل میں آ گیا تھا۔ بعد میں اس کی تحویل بدلتی رہی اور وہ اب حکومت کی تحویل میں ہے اور اس کو رہائش کے بجائے علمی جگہ کے طور پر بنائی رکھا گیا ہے۔ یہ حرم کعبہ سے تقریباً فرلانگ ڈیرہ فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بعض اہل تحقیق کا خیال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت اس جگہ کے بجائے دوسری جگہ تھی لیکن خیال اول الذکر خیال کے مقابلہ میں کم درجہ کا سمجھا جاتا ہے اور قابل ترجیح نہیں قرار پایا۔ یہ مکان جبل صفا سے جانب شمال مصلیٰ جلنے والے راستہ پر مقام الغزہ میں واقع ہے اور اس سلسلہ کا جز ہے جس میں ہی نام کی آبادی تھی۔ یہ خطہ شہر مکہ مکرمہ کے شمال

سے شعبہ عامر سے شروع ہو کر شہر کے وسط محلہ القشاشیہ پر ختم ہوتا ہے۔ اس خطے کے جنوبی حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کا وہ مکان تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت تھی اور اس کے جنوب مشرقی جانب حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب کا مکان واقع تھا جو حضرت علی ابن ابی طالب کی جائے ولادت تھی حضرت عبد اللہ اور حضرت ابوطالب کے مکانات کے جنوب مشرقی جانب جبل ابوقیس اور شمال مشرقی رخ پر جبل خندم واقع ہے۔ حضرت عبد اللہ کا مکان اپنے مشرقی جانب واقع پہاڑ کی ذرا نیچے اتر کر اور حضرت ابوطالب کا مکان پہاڑ کی چڑ پر بتایا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان اور حرم شریف کے درمیان فاصلہ زیادہ نہیں ہے اس لیے حرم تک ایک سڑک سے جو شہر کے مسجد الحرام سے موسوم ہے اور یہ سڑک کی اہم اور بڑی سڑکوں میں سے بھی جاتی ہے کیونکہ یہ شمالی رخ پر شہر کے باہر تک چلی جاتی ہے۔ اور اسی طرف منیٰ جانے والا راستہ اسی سڑک سے گذرتا ہے، نیز مدینہ منورہ سے آنے والا راستہ جو پہاڑ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبہ الوداع کے موقع پر اختیار فرمایا تھا اسی سے گذرتا تھا۔ اس راستہ پر شہر میں داخل ہونے سے قبل محجون اور کداء جیسی شہور جگہیں ملتی ہیں۔

محجون دراصل شہر مکہ کے شمال سرسراہک پہاڑی اور کداء اسی سے متصل ایک ٹھکانا ہے جس میں سے گذر کر شہر کے اندر آنا اور داخل ہونا ہوتا ہے۔ جبہ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار کردہ راستہ یہی تھا۔

عہد رسالت میں شہر اپنے شمالی رخ پر اسی کے قریب ختم ہوجاتا تھا شہر کا یہ حد بلند سطح کا حامل ہے اسی لیے اس کا نام المغلہ ہے جس کے معنی بلند جگہ کے ہیں اسی جگہ شہر مکہ کا قریب ترین تھا اور اب بھی وہیں واقع ہے جس کی وجہ المغلہ کے نام سے

موسوم کیا جاتا ہے۔ بیان عبد اول کی جوتی حضرت ابوطالب بھرام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور بہت سے صحابہ اولیاء حجاج اور اہل مکہ کی قبریں ہیں۔

المغلہ کے شمالی رخ پر جلنے والی وادی اور راستہ بطن محصب کے نام سے موسوم ہے۔ یہ وادی خارجہ جلنے کا بھی راستہ ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ مزدلفہ اور عرفات جلنے کا بھی یہی راستہ رہا ہے۔ اسی طرح طائف کو بھی یہی راستہ جاتا ہے۔ یہ راستہ مغلہ سے شمال جانب جاتے ہوئے چند فرلانگ پر دو حصوں میں تقسیم ہوجاتا ہے ایک جانب مشرق مرقا جاتا ہے جس سے منیٰ، عرفات اور طائف کا چوڑا راستہ بنتا ہے، دوسرا جانب شمال ہی جاری رہتا ہے اور جبل النور جس پر غار حرا ہے کے مشرقی پہلو سے گذرتا جو اطراف کا قدر راستہ بن جاتا ہے۔ طائف کا یہ قدر راستہ مقام السیل الکبیر سے گذرتا ہے اسی جگہ نجد کی میقات قرن المنازل اور عہد جاہلی میں عکاظ مید کی جگہ تھی۔ عکاظ کا ذکر ادب اور تاریخ ادب میں بہت ہی اہمیت سے آتا ہے۔ اس بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لیا جاتے ہیں یہ سال میں کئی بار ۔۔۔ لٹکارتا تھا اور پورے جزیرہ العرب کا سب سے اہم مید تھا جس میں تاجر شعراء، خطباء، ضرورت مند اور تفریح کے طلبکار سب طرح کے لوگ آتے تھے۔ بیع و شراہ کے ساتھ ساتھ شہر وادب کی مجلسیں گرم ہوتی تھیں۔ خطابت کے مواقع بھی پیدا ہوتے تھے، اس مقام السیل الکبیر سے یہ راستہ ایک طرف جزیرہ مشرقی رخ پر طائف جلا جاتا ہے اور دوسری طرف نجد کی میقات قرن المنازل سے گذرتا ہوا نجد کی طرف جانب شمال مشرق چلا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دینے کے لیے جب طائف تشریف لے گئے تھے تو عام تحقیق کے مطابق اول الذکر راستہ یعنی منیٰ، عرفات سے ہوتے ہوئے پہاڑی

کا موجودہ اور قدر راستہ سے تشریف لے گئے تھے لیکن جب فتح طائف سے واپس تشریف لائے تھے اور مقام الجبیر سے عہد کا احرام باندھا تھا تو مورخ الذکر راستہ سے جو مقام السیل الکبیر سے اور جبل النور سے گذرتا ہے تشریف لائے تھے۔

مکہ مکرمہ اور مقام السیل کے درمیان ہی وہ جگہ واقع ہے جس کو وادی اطلس کہتے ہیں اور جہاں غزوہ خیندین آئی۔ یہ جگہ مقام الشراعیہ کے پاس ہے۔ فارحرا کا پہاڑ جبل النور مکہ مکرمہ کے وسط سے تقریباً دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر ہے اور اب شہر کی آبادی اس کے قریب تک پہنچ چکی ہے۔

بطن محصب جس کا تذکرہ ابھی اوپر کیا گیا ہے اسی کے دور دورہ آبادی رکھنے والے محلہ کو المعادہ سے موسوم کرتے ہیں یہ محلہ المغلہ سے شمالی جانب منیٰ جانے والے راستہ کے موڑ تک موسوم کیا جاتا ہے۔ المغلہ کے مشرقی رخ پر جو پہاڑ ہے اس کو جبل الخندم سے موسوم کرتے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ کا داخلہ جاری رہتا ہے اور جبل النور جس پر غار حرا ہے کے مشرقی پہلو سے گذرتا جو اطراف کا قدر راستہ بن جاتا ہے۔ طائف کا یہ قدر راستہ مقام السیل الکبیر سے گذرتا ہے اسی جگہ نجد کی میقات قرن المنازل اور عہد جاہلی میں عکاظ مید کی جگہ تھی۔ عکاظ کا ذکر ادب اور تاریخ ادب میں بہت ہی اہمیت سے آتا ہے۔ اس بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لیا جاتے ہیں یہ سال میں کئی بار ۔۔۔ لٹکارتا تھا اور پورے جزیرہ العرب کا سب سے اہم مید تھا جس میں تاجر شعراء، خطباء، ضرورت مند اور تفریح کے طلبکار سب طرح کے لوگ آتے تھے۔ بیع و شراہ کے ساتھ ساتھ شہر وادب کی مجلسیں گرم ہوتی تھیں۔ خطابت کے مواقع بھی پیدا ہوتے تھے، اس مقام السیل الکبیر سے یہ راستہ ایک طرف جزیرہ مشرقی رخ پر طائف جلا جاتا ہے اور دوسری طرف نجد کی میقات قرن المنازل سے گذرتا ہوا نجد کی طرف جانب شمال مشرق چلا جاتا ہے۔

آئیں دوسرے جگہ سامر دگو با کہ محجون اور صفا کے درمیان کوئی ماؤس شخص نہیں رہا اور گواہ کہ میں اس کی مجلسوں میں کوئی سرگرم گفتگو نہیں رہا۔ اس شہر سے اتنا زہ ہوتا ہے کہ اس وقت مکہ کی آبادی محجون سے صفا پہاڑی

کے درمیان میں ہی رہتی تھی۔

المحجون سے شقل واقع کداء ٹھکانا کا ذکر بھی سیرت کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داخلہ کے ضمن میں خاصاً آتا ہے۔ چنانچہ اسی نسبت سے یہاں سے گذرنے والی سڑک کا نام بھی اب شارع کداء ہے یہ شارع کداء مکہ مکرمہ کے شمال مغرب میں مقام کداء سے شروع ہو کر بجانب مغرب جنوب کے رخ کی طرف مائل ہوتی گئی ہے اور مکہ کے مغربی خطے میں جنوب سے شمال کی طرف آئی ہوئی سڑک سے مل گئی ہے اسی موڑ پر مقام ذوطوی واقع ہے۔ اس مقام کا تذکرہ سیرت کی کتابوں میں خاص طور پر حضور صلعم کے سفر حجۃ الوداع کے سلسلہ میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کداء کے راستہ سے گذرنے سے قبل ذوطوی میں قیام فرمایا تھا اور رات گزارا بھی تھا پھر کداء کی طرف کوچ فرمایا تھا۔ ذوطوی دراصل ایک ٹھکانا ہے جو اب بھی باقی ہے مکہ مکرمہ سے نکل کر مدینہ منورہ جانے والا راستہ ذوطوی کے شمال کی طرف جاتا ہوا مقام تنعیم سے گذرتا ہے پھر مقام شہوت پھر وادی منرا نظران جس کو اب دادی فاطمہ کہتے ہیں پھر عرفان ہوتا ہے اور الجحفہ یا رابع کی طرف چلا جاتا ہے مقام تنعیم سے مکہ کے حدود حرم گذرتے ہیں اسی لیے غزہ کرنے والے ہاں اگر احرام باندھتے ہیں حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کے لیے یہاں بھیجا تھا۔

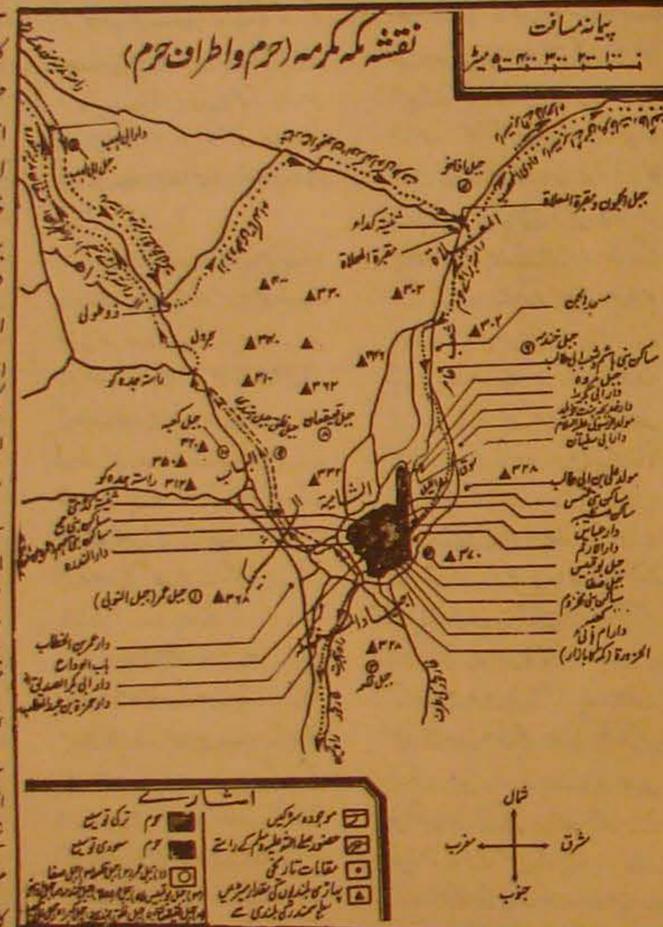
تنعیم کا داخلہ وسط شہر سے تقریباً تین چار میل ہے۔ یہاں ایک سجد بھی بنا دی گئی ہے جس کو مسجد عائشہ کہتے ہیں۔ ذوطوی کے شمال کا علاقہ عبد اول میں خوشگوار مقام سمجھا جاتا تھا اب بھی حقائق میں یہ لوگ فقط موسوم کیا گیا ہے اس میں تنعیم کے قریب ایک مقام فتح واقع تھا جہاں عبد اول میں لوگ ٹھہرتے تھے اور بعض لوگ باقاعدہ عیم تھے۔ مدینہ منورہ میں ہجرت کرنے کے بعد جب متعدد صحابہ کرام کو وہاں کی لڑائی اور گری کے اثر سے جس کے وہ اس سے قبل عادی نہ تھے بنا دیا تو شدت بخار و تازہ میں مکہ کو بار بار کرنے لگے۔ اس موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو اشعار منقول ہیں ان میں کسے تعلق کا اظہار مقام الفح کے تذکرہ کے ساتھ ہوا۔

الایلیت شعوی اهل بیتن لیلۃ بفتح وحوالی اذخسر وجلیل اہلے کیا یہ اب ممکن ہو سکے گا کہ میں رات گزار سکوں مقام فتح میں جہاں میرے ارد گرد اذخر وجلیل کے پودے پھیلے ہوئے ہوں۔

وہل اردن یوما مسیاء محبتہ وہل میدون لی شامتہ وظلیل (کیا میں کبھی ذوالجذک بالی یا سکوں گا اور کیا مجھے شامہ اور ظلیل نامی پہاڑ نظر آسکیں گے)۔

المغلہ سے بجانب جنوب شہر شروع ہوجاتا تھا اور یہ راستہ مسجد حرام کو جاتا تھا۔ یہ راستہ سیلابوں کی بھی گذر گاہ ہے مسجد حرام اور کعبہ میں جب بھی سیلاب آتا ہے اسی راستہ سے آتا ہے، اس کا بانی نجد حرام و کعبہ پر ہوتا ہوا جنوب ہی کے رخ پر شہر کے باہر چلا جاتا ہے۔ شہر سے اسی سیلاب کے نکلنے کی جگہ واقع محلہ کو المسفلہ کہا جاتا ہے جو شہر کے کاشی علاقہ ہے بالکل اسی طرح جس طرح المغلہ شہر کا بالائی علاقہ ہے۔ ان دونوں کے ہی وسط میں کعبہ اور مسجد الحرام واقع ہے۔

المغلہ سے مسجد الحرام تک راستہ



جو شارع المسجد الحرام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس کے مشرقی پہلو میں واقع پہاڑ اور راستہ کے درمیان آبادی ہے۔ یہ عبد اول میں عموماً بنی ہاشم کے افراد کی تھی اس میں شب ابی طالب یعنی حضرت ابوطالب کی گھائی تھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاشمی اعزہ کے ساتھ تین سال تک قریب تین سے چھور کر دیا تھا اور اہل اسلام اور انبیا ہاشم کے لئے سموت دور گذرنا تھا۔ ان میں سے ابولہب اپنے کو علیحدہ کر لیا تھا کیوں کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت تھی ابولہب کا معاملہ کیا تھا لیکن اسی کے خاندان میں حضرت خالد بن الولید بھی تھے جنہوں نے اسلام لانے کے بعد حضرت اسلام کی اور اپنے والد کے برعکس رویہ اختیار کیا اس خاندان میں حمزہ کے ایک فرزند حضرت اتم بن ابی الارقم سے جن کے مکان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سلمان چھب کر گئے اور عبادت کرتے تھے حجۃ الوداع اور اسلام لانے اور پھر حج پر عبادت کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ حضرت اتم بن ابی الارقم کا مکان صفا پہاڑ کی طرف تھا اس راستہ پر حضرت اتم بن ابی الارقم کے مکان سے چند قدم کے فاصلہ پر وادی کے دوسرے جانب سسی کے میل انصر سے متصل حضرت عباس بن عبدالمطلب کا مکان تھا۔ وہ زمانہ جاہلیت سے ہی حجاج کے لئے بنائی کی فراہمی کے ذمہ دار تھے اور شاید اسی لئے حرم سے اس طرح قریب سکونت پذیر تھے۔ سسی کا راستہ شمالی رخ پر جاتا ہوا مردہ پر ختم ہوتا ہے۔ مردہ کے قریب جو چار کا علاقہ قریب سے چند اہم خانہ اول اور افراد کا علاقہ تھا، مردہ کے مشرقی رخ پر حضرت عبد اللہ بن عبدالمطلب اور حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب کے مکانات تھے اس قریب کے مغرب جانب مردہ سے مشرقی رخ پر ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد ام المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق کے مکانات کا مکان اس کے قریب ہی تھا ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد کا مکان صفا پہاڑ کی طرف واقع تھا اور اس کا تعلق قائم ہونے کے بعد سے ہجرت تک

ولینڈرو اتھو مہم ادا ہوگا
ایسے سے فقہاء نے استنباط کیا ہے
کہ جس آبادی میں ملائے حقانی کا وجود نہ
رہے یا وہ موجود تو ہوں لیکن خلق کے
کام سے غافل ہوں تو وہ ساری آبادی
گنہگار ہوگی، بدکرداری سے روکنا اور
بیک کرداری کو پھیلانا فرض کفایہ ہے
علاوہ اس کے خصوصاً ذمہ دار ہیں گوگم
کے مخاطب مسلمان ہیں۔

رفقائے گرامی! اب آپ عملی
میدان میں قدم رکھنے والے ہیں آپ نے
مرکز علم و عمل، مصدر اخلاق و روحانیت
سے کتنا فائدہ اٹھایا اس کا مظاہرہ اب
ہونے والا ہے۔ میدان کی وسعتیں اور
پہنائیاں سامنے آنے والی ہیں، طرح
طرح کے مسائل اور نئے نئے مطالبات
آپ کا دامن پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے
اور حل ڈھونڈنے کے لیے آپ پورے اعتماد
و خودداری اور احساس ذمہ داری کے
ساتھ مسائل کو حل کریں، اور اپنے ادا
کے فعال، متحرک اور زندہ ہونے اور
زندگی کے جہل شکلات کو حل کرنے والا
تایم کریں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ
سے قوم و ملت کی علمی و عملی، روحانی
و اخلاقی خدمت لے، آپ شیفیل میں خوب
خوب چھوٹیں چھلیں۔ بڑھیں اپنا، اپنے
اساتذہ کا بیک نام ساری دنیا میں پھیلان
کے۔ ایم ڈاؤن و ڈاؤن جہاں آئین باد

تاثرات

حسنت اللہ شخص ادب
ہماری سعادت ہے کہ جلیل حضرت ولانا
کی سعادت میں ہو رہا ہے۔ اس وقت میں
اپنے تمام جذبات کا اظہار نہیں کر سکتا، کچھ
پر اگندہ خیالات پیش خدمت ہیں جو کسی حد
تک میرے احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں۔
الفاظ میرا ساتھ نہیں دے رہے ہیں
کہ میں اپنے خالق رازق اور مالک حقیقی
کا کسی طرح شکر ادا کروں کہ اس نے
مجھے اس دیہستان علم و فقا سے کچھ چھوٹ
پہننے کا موقع دیا۔ میں ایک ذمہ دہر تھا،
اس نے اپنی ذات و صفات کا عنوان عطا
کیا۔ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی
کہ اس نے اس نعمت سے انساب کا
شریف عطا کیا، جسے انبیا کا وارث کہا
گیا ہے، ممکن ہے کسی کی نگاہ میں اس
انساب کی وقعت اور عظمت نہ ہو اور

اس کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ نہ کر سکے
لیکن وہ شخص جس نے اپنی زندگی کے قیمتی
ایام اس ماحول میں بسر کئے ہوں جہاں کے
درو و اوار سے قال اللہ اور قال الرسول
کی صدا بلند ہو رہی ہو اور جہاں بار بار
یہ کہا جا رہا ہو کہ "ان صلاقی و سنسکی
و عیسی و معافی للہ رب العالمین"
اس کی سب سے بڑی محرومی ہو گی وہ
اس انساب کی قدر و قیمت کا اندازہ نہ
کر سکے اور اس کو اپنی زندگی کی سب سے
قیمتی شے نہ سمجھے۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر
میں کسی عسری درسگاہ کا طالب علم ہوتا تو
میں اس سعادت سے یقیناً محروم رہتا۔ خدا
سے والدین کی آنکھیں کھڑکی کرے کہ
انہوں نے بڑی جرأت مندی سے یہ فیصلہ
کیا کہ مجھے دینی تعلیم حاصل کرنی ہے۔ اس
کے لئے انہوں نے اعزہ کے طے سے کسی
نے کہا کہ انہوں نے اپنے لڑکے کو قریب تانے
کا فیصلہ کیا ہے۔ کسی نے کہا کہ یونیورسٹی کی
تعلیم ہنگی ہے اس لئے مدرسہ میں ڈال دیا
لیکن میں آپ سب کے سامنے گواہی دیتا ہوں
کہ وہ میرے لئے بہت مخلص ہیں۔ انہوں نے
خاص دینی جذبہ سے مجھے دینی تعلیم کے
مشتجب کیا، اس لئے میں انہیں بہت بلند
سمجھتا ہوں۔ انہوں نے مجھے آرام پہنچانے
کے لئے ہر طرح کی تکلیفیں جھیلنے، ماں نے
مجھے اپنی محبت و شفقت کا وہ گدا عطا کیا
جس سے راہ کی مشکلیں آسان ہوئیں۔ باپ
نے اپنی آمدنی کا بڑا حصہ میری تعلیم پر صرف
کیا اور مجھے کبھی یہ احساس نہ ہونے دیا کہ
میں کسی کا محتاج ہوں۔ وہ علماء کرام کا
حد درجہ احترام کرتے ہیں اور ان کے خلاف
کچھ سننا گوارا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان
کی عمر دراز کرے اور مجھے ان کی خدمت
کی توفیق دے۔

حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم کے
حصول کے بعد میرے سامنے سب سے اہم
مسئلہ کسی دارالعلوم یا دانشگاہ کے
انتخاب کا تھا جہاں میں اپنی تعلیم تکمیل
کر سکوں۔ میں نے جس مدرسہ میں ابتدائی
تعلیم حاصل کی وہاں کے طلبہ عام طور سے
مظاہر علم سہا پور جاتے ہیں اور بعض
دارالعلوم دیوبند۔ لیکن اساتذہ مظاہر علم
ہی کا مشورہ دیتے ہیں۔ ابتدائی دو سال
تک میرا ارادہ بھی یہی تھا کہ شرح حاکمی سے
موقوف علیہ تک سہا پور میں تعلیم حاصل
کروں گا اور پھر دیوبند سے دورہ حدیث
کروں گا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے

میری نگاہ میں یہ اسی طرح مقدس ہے جس
طرح حقیقی ماں۔ میری ماں نے میری جسمانی
ترتیب کی ہے لیکن اس نے روحانی، فکری
اور ثقافتی تربیت کی ہے۔ میں کاندہ آنراش
تھا، اس نے مجھے انسان بنایا۔ بیان کا ہر ذرہ
میرا حصہ ہے۔ ایک ماں بھی جس نے جنم کی
آبیاری کر کے پھلے، روحانی سرور کا سامان
فراہم کیا۔ تبلیغ کے ملازم بھی جنہوں نے غذا
کا یہ عرصہ تک اسی غلط فہمی کا شکار رہا۔
یوں بھی باہر کی دنیا سے فطرت کی ہر تھالی
لے حقیقت ابھی تک مشکف نہیں ہوئی تھی
ابتدائی تعلیم کا میرا اور آخری سال میری
علمی زندگی میں بہت اہمیت کا حامل ہے
گھر سے آتے اور جاتے ہوئے لکھنؤ میرے
راستے میں پڑتا تھا۔ مجھے ندوہ دیکھنے کا
شوق ہوا۔ میں ایشیہ سے ندوہ آیا طلبہ
چھٹیوں میں گھر جا چکے تھے۔ اتفاق سے
مجھے ایک مخلص مل گئے جنہوں نے مولانا
اسحاق عیسیٰ مرحوم سے مجھے ملا یا۔ مولانا
مولانا سے اگرچہ میں ذاتی طور پر قریب نہ
ہو سکا لیکن ان کی کتابوں سے اپنے فرائض
کے مطابق بھر پور استفادہ کی کوشش کی
مولانا سے اگرچہ میں ذاتی طور پر قریب نہ
ہو سکا لیکن ان کی کتابوں سے اپنے فرائض
کے مطابق بھر پور استفادہ کی کوشش کی
ہوئے فرمایا کہ یہاں اسلام کو عسری اہلیہ
میں پیش کرنے کا سلیقہ سکھایا جاتا ہے۔
آج کی ترقی یافتہ دنیا میں دعوت و تبلیغ
کا کام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ داعی
قدیم علوم کے ساتھ جدید علوم سے بھی واقف
ہو۔ مولانا مرحوم کا یہ جملہ کہ یہاں اسلام
کو عسری اسلوب میں پیش کرنے کا سلیقہ سکھایا
جاتا ہے۔ ایک طاقتور محرک تھا جس نے
مجھے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے قریب کیا
پھر حضرت مولانا کی وہ تحریریں جن میں مولانا
نے عربی زبان کی ثقافتی، تہذیبی اور دینی
اہمیت پر روشنی ڈالی ہے اور قدیم نظام
تعلیم کے اس تاریک پہلو پر اظہار انوسوں کیا
ہے کہ طالب علم میزان سے بخاری شریف تک
پڑھنے کے بعد بھی ایک سطر صحیح عربی لکھنے یا
ایک جملہ بولنے پر قادر نہیں ہوتا ہے۔ ان
تحریروں نے میرا رخ بالکل ہی موڑ دیا۔
اب میں ندوہ کو اپنے مستقبل کا خواب سمجھنے لگا۔
میرے اندر یہ عزم پیدا ہوا کہ مجھے عربی زبان
میں کمال پیدا کرنا ہے۔ عربی میں بولنا ہے اور
عربی میں لکھنا ہے۔

اب دارالعلوم ندوۃ العلماء اور اشیا کی
مشہور دینی درسگاہ یا عالم اسلام کی فکری اور
علمی قیادت کا مرکز، متوازن اسلامی فکر کا
حامل ادارہ ہی نہیں ہے یہ میری ماور علی ہے
میں نے اس کی آغوش میں پرورش پائی ہے
میرا ہی ہیں، نفع اندوزی، جاہ پرستی،
جماعتی عقیدت اور فرقہ واریت کے جرائم
ہمارے معاشرہ میں سرایت کر چکے ہیں یہی
لوگ عالم اسلام کی صحیح ذہنی فکری علمی بلکہ
سیاسی قیادت بھی کر سکتے ہیں۔ میں نے
مصدقہ اساتذہ کرام کو بہت قریب سے
دیکھا ہے، ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ انہوں
نے مجھے بے پناہ شفقت اور بے بااں
محبت عطا کی ہے جس کا میں کبھی بدل نہیں
دے سکتا۔ میں ابتدا میں یہ سوچ بھی
نہیں سکتا تھا کہ کبھی میں عربی میں کچھ لکھ
بھی سکوں گا، لیکن ان کی رہنمائی نے
مجھے اس قابل بنایا کہ میں کسی حد تک عربی
زبان میں اپنا مافی الضمیر ادا کر سکتا ہوں،
دراصل یہ ندوہ کا فیض ہے، ندوہ
کی اسلامی صحافت کا فیض ہے کہ وہ طلبہ
کو اپنی علمی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے
کا موقع دیتی ہے۔ مجھے البعث، الرائد
اور تعمیر حیات بے حد عزیز ہیں اس لئے
کہ یہ ہماری ثقافتی سرگرمیوں میں بہت
اہم رول ادا کرتے ہیں۔ یہ ہمارے اندر
صحیح عربی اور اردو لکھنے کا ذوق بیدار
کرتے ہیں۔ یہ کوئی بازاری صحافت نہیں
ہے بلکہ بے لوث اسلامی صحافت کا اعلیٰ
نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی عمریں
دراز کرے جو اس علمی، فکری اور دینی
صحافت میں اپنی بیش قیمت نگارشات سے
چار چاند لگا رہے ہیں۔
ماور علی کے ساتھ جہاں بہت سی
یادیں وابستہ ہیں وہیں جمیۃ الاصلاح اور
النادی العربی کا اسٹیج کبھی نہیں بھولے گا۔
جمیۃ الاصلاح کے مختلف علمی اور ثقافتی
پرگرام، اس کا ہر شکوہ ہال جس سے
پتہ نہیں ماضی کی کتنی یادیں وابستہ ہیں۔ یہ
سب لازوال نقوش ہیں جو میری شخصیت
کی تعمیر و تشکیل کا اہم جز ہیں۔ النادی العربی
سے تو ایسی وابستگی رہی کہ جس میں اسی
کا ہر ذرہ گہرا گیا۔ درجہ پنجم عربی سے لے کر
اب تک اس کی رکنیت حاصل رہی اور بعض
اہم ذمہ داریاں بھی سونپی گئیں۔ میں نے اپنی
علمی کامیابی کا باوجود اس بزم سے بہت کچھ
لیا ہے، جس کا اظہار میں ہمیشہ کروں گا۔
میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے دارالعلوم
ندوۃ العلماء کا وہ دور ملا ہے جو فکری اسلام
حضرت مولانا مہدی اکس علمی ندوی نے لایا
کا دور قیادت ہے، اس نے آنے والی نسلیں
جب حضرت مولانا کا تذکرہ کریں گی تو میں
فر سے سرا و پناہ کر کہوں گا کہ مجھے مولانا سے

کا دور ملا ہے۔ ان کی تقریروں اور مجلس
کی گفتگو سے استفادہ کا موقع ملا ہے بلکہ میں
یہ بھی کہوں گا کہ مجھے حضرت مولانا سے شرف
تمذ بھی حاصل ہے۔ مولانا خرم کے سامنے
میں نے ان کی شہرہ آفاق کتاب ماذا خسرو
العالمہ باختصاص المسلمین " اور "انی
الاسلام من جدیدہ" کی عبارت پڑھی ہے
وہ یقیناً حلقہ درس تھا۔ امید ہے کہ حضرت
مولانا مجھے ایک ادنیٰ شاگرد کی حیثیت سے
اپنے عقیدت مندوں میں شامل ہونے کی عزت
بخشیں گے۔
میں عہد کرتا ہوں کہ خواہ میں زندگی
کے کسی میدان میں رہوں اپنے ادارہ کے
مقصد اور پیغام سے وفادار رہوں گا۔ خدا
مجھے وہ جرأت عطا کرے کہ تمام کاموں
کے باوجود اپنے مقصد سے وابستہ رہوں میں
حضرت مولانا اور اپنے تمام اساتذہ کرام
سے گزارش کرتا ہوں کہ زندگی کے عملی
میدان میں جس میں ہم مغرب تادم رکھتے
والے ہیں ہماری رہنمائی فرمائیں میرا عقیدہ
ہے کہ جس طرح کوئی شاخ اپنے پتوں سے
جدا ہو کر سرسبز و شاداب نہیں رہ سکتی اسی
طرح کوئی فرد اپنے ادارہ یا جماعت سے
انگ ہو کر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مجھے
ندوی برادر کے جو علمی اور فکری تعلق
ہے یہ اسی وقت تک پامند ارہہ سکتا ہے
جب تک آپ حضرات میری رہنمائی فرماتے
رہیں گے۔ یقیناً یہ ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی
ہے کہ میں آپ کے مہذب مشوروں کو سدا مذکور
سے قبول کروں اور آپ کے تجربات سے فائدہ
اٹھاؤں لیکن میں ایک انسان ہوں اس
لئے بسا اوقات مجھ سے غلطی بھی مرتد ہو سکتی
ہے، کوئی ایسا اقدام بھی ہو سکتا ہے جو
ادارہ کے وقار کے خلاف ہو اور خود میرے
لئے بھی مضر ہو۔ ایسے موقع پر آپ اگر ایک
شفیق باپ کی طرح میری رہنمائی فرمائیں گے
تو میں بہت سے خطرات سے بچ جاؤں گا۔
میں نے جن اساتذہ کرام سے بھی استفادہ
کیا ہے وہ میرے محسن ہیں، میں ان سب کا
تربل سے شکر ہوں۔ سات سال کے عرصہ
میں ممکن ہے کہ میرے کسی قول یا عمل سے ذمہ
داری یا اساتذہ کرام کو تکلیف پہنچی ہو یا
میری کوئی ناخوشگوار حرکت ان کو ناگوار ہوئی
ہوئی ہو، اس لئے میں ان سب سے دست برد
گرفتن کرتا ہوں کہ خدا کے لئے وہ مجھے معاف
فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے بیان میرا مواخذہ
نہ ہو۔ اسی طرح میں اپنے تمام ساتھیوں سے
جن سے بسا اوقات تعلقاں بھی ہو جاتی تھیں

میری درخواست گزار ہوں۔ اس وقت ہال
میں جو لوگ موجود ہیں وہ ایک ہی فائدہ ان
کے نزد اور ایک ہی روحانی باپ کی اولاد
ہیں، حضرت طلبہ کرام میرے لئے حقیقی خانی
کی طرح ہیں، امید ہے کہ یہ رشتہ ہمیشہ قائم
رہے گا۔ ع
پیوستہ رہے شہرے امید بہار رکھو
النادی العربی اور طلبہ کی انجمن میں
تقریری و تحریری مقابلے
سالانہ گذشتہ کی طرح اس سال
بھی آخر سال میں النادی العربی اور انجمن
الاصلاح کے تقریری و تحریری مقابلے ہوں
انعام یا انگن کی فہرست درج ذیل ہے:
النادی العربی، شاخ سابقہ خطیبہ
علیائے شاخ۔ ۱۔ آفتاب عالم اول
" ۲۔ وزیر احمد دوم
" ۳۔ عمیر لدانی تقریری
علیاء اولیٰ۔ ۱۔ بشر الدین اول
" ۲۔ یوسف صدیقی دوم
" ۳۔ زکریا جھنگلی تقریری
عالیہ رابعہ۔ ۱۔ احمد فیضی اول
" ۲۔ امہ اللہ دوم
" ۳۔ شہاب الدین تقریری
طبقات وسطیٰ۔ ۱۔ بہادر الدین اول
" ۲۔ محمد ایوب کشمیری دوم
" ۳۔ ادیس المہاجر سوم
" ۴۔ عبدالحق کشمیری تقریری
طبقات سفلیٰ۔ ۱۔ ہلال عبدالحق اول
" ۲۔ آفتاب عالم دوم
" ۳۔ سید ابوسفیان سوم
" ۴۔ شایخ سابقہ کتبہ بدر دوم، ۱۔ بلال لائے والی
علیائے شاخ۔ ۱۔ محمد رضی الاسلام اول
" ۲۔ محمد صاحبین دوم
" ۳۔ جعفر مسعود سوم
" ۴۔ محمد شاہ جہد تقریری
عالیہ رابعہ۔ ۱۔ احمد فیضی اول
" ۲۔ شہاب الدین دوم
" ۳۔ عالیہ رابعہ۔ ۱۔ بارون رشید سوم
" ۲۔ عالیہ ثالثہ۔ ۱۔ بہادر الدین اول
" ۲۔ خطیب الرحمن دوم
" ۳۔ تقریری انعام برائے سالانہ کارکردگی
حسنت اللہ۔ محمد خالد۔ محمد اکرم
جمعیۃ الاصلاح۔
بزم سلیمانی: طبقات علیا
۱۔ محمد عمیر لدانی ندوی ۱۰، کفیل الدین
۲۔ عبد الرحمن

بزم سلیمانی: طبقات سفلیٰ
۱۔ انوار عالم ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳

نودن ایران میں

مولانا محمد سعید احمد بنو افریقی کی روداد سفر انگلیزی سے ترجمہ محمد حسین قادری

ہم لوگ ہفتہ آٹھویں شرکت کی غرض سے مدعو کئے گئے تھے لیکن جو شخص میرے ذہن میں اس پروگرام کا دھندلا سا بھی خاکہ موجود نہیں تھا۔ ایران پہنچنے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ یہ "جمعہ" کے اماموں کی میٹنگ تھی۔ کانفرنس جو "ملاقات" کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے لاکھ لاکھ کرنے کی غرض سے منعقد کی گئی تھی۔ دوسرے مندوبین کی گفتگو سے یہ انکشاف ہوا کہ امام کے جاننے والوں میں سے بہت سے لوگ امام نہیں تھے۔ انھیں یا تو تعلقات کی بنا پر یہ اعزاز حاصل ہوا تھا یا وہ ایک خاص نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

ایران اور روس کا سب سے بڑا نامہ ان کی ایسوسی ایشن اور وہ کچھ ایسے مفہوم کا لباس تھا جسے شریعی کہا جاسکتا ہے۔ ہم لوگ جہاں جہاں گئے انھیں لباس کے مسائل میں ایسا ہی پایا۔ ان کے مخصوص طور سے ڈھکے ہوئے تھے ان کے کچھ ڈھیلے ڈھالے لباسوں میں پیچھے ہوئے تھے۔ وہاں کچھ اشتعالی مناظر بھی تھے مگر بہت ہی کم یہاں صورت سماج میں ایک مکمل پروگرام کرنا ہے، استاد ڈاکٹر مابٹرملیک اور پارلیمنٹریں کا بھی۔

ایران میں پہنچنے کے بعد ہم لوگ "گرائڈ انڈیپنڈنس پورٹل مسند" (Independence) میں ٹھہرائے گئے یہ ایک عجیب منظر قائم ہوا سارا پورٹل تھا، سابق مالک نے ملک چھوڑ دیا تھا، اور حکومت نے اسے قومیایا تھا ہم لوگوں کو پورٹل سے باہر جانے کی قطعی اجازت نہیں تھی اور پورٹل کے چار طرف سخت پیرہ تھا۔ ہمیں مطلع کیا گیا تھا کہ جابریں خلق مندوبین کو نقصان پہنچا سکتے ہیں یا پورٹل پر حملہ کر سکتے ہیں پروگرام سے اب متعلقین کہا جاتا ہے بائیں بازو سے تعلق رکھتا ہے، ہم لوگوں کے قیام کے دوران کوئی اور کھانا دیا نہیں آیا، اور اگر اس پر اعتراض کیا تو ان کو یہ جواب دیا

گیا کہ سارے کے سارے درود حضور کو نہیں پہنچتے ہیں عام نعرہ یہ ہے اللہ اکبر نہیں رہے حکومت کے مخالف مردہ باد، امریکہ مردہ باد، روس مردہ باد، اسرائیل مردہ باد۔ میرے خدا۔ میرے خدا۔ یعنی گوزندہ رکھ جب تک کہ امام مہدی نہ تشریف لائیں نعرے پورے جوش و خروش کے ساتھ لگائے جاتے تھے، اس کے علاوہ ان لوگوں نے شہر کی ساری کی ساری دیواروں کو نغروں اور ارشادات خمینی سے نقش کر دیا تھا، جیسا کہ سنہ ۶۰ میں ماؤ کے ثقافتی انقلاب کے دوران چین میں کیا گیا تھا۔ اپنے حالیہ نقطہ نگاہ کے وجہ سے ایران سارا دنیا سے کٹا جا رہا ہے، وہ لوگ اسلامی تعلیمات کو صرف بزرگ پھیلائے کی بات کرتے ہیں، کیا قرآن کی تعلیم چاروں طرف طاقت اور شدت پر مبنی ہے؟ یقیناً نہیں، دو سوادف، بروز بدھ ۲۹ دسمبر ۱۹۸۲ء

پہلے دن کی کارروائی کے بعد مندرجہ ذیل کو مجھ کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرنے کے لئے ایک ایک کمیٹیوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ موضوع تھے، امام اور ان کا نظریہ نظریہ سے فوائد حاصل کرنے وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں ہم لوگوں کو مقامی آیت اللہ کے بارے میں کچھ معلوم ہوا، ہم لوگوں کے مابین ایک بڑے اختلاف کے باوجود کسی قسم کی تنازعہ

نہیں ہوا مگر خیر صورت حال پیدا نہیں ہوئی۔ ہمیں کسی نشستیں منعقد ہوئیں۔ تیسرا دن ہم لوگوں کو ایک نوٹ کے پرزوں کو جوڑنے والے کا رخاٹے لیا گیا۔ گیارہواں دن میں (Hizli mean) نامی کارز کے بڑے جوڑے جاتے ہیں۔ جیسے مقامی طور پر پیکان (Pashayan) کہا جاتا ہے، صنعتی علاقے سے گزرتے ہوئے ہر ایک کو اس امر کا اندازہ ہوا کہ ایران اپنے دوسرے عرب بڑوں کی سیوں کے مقابلے میں زیادہ ترقی یافتہ ہے، ان کی افرادی قوت بھی زیادہ ہے، جس سے ان کو درآمد شدہ مزدوروں کی حاجت بھی نہیں ہے، اور وہ عرب کے مقابلے میں زیادہ پفاش بھی ہیں۔ ہم لوگ ایک جماعت خانے (مسجد) میں لے جاتے تھے۔ جہاں ہماری صحبت کے نائب وزیر نے خطاب کیا۔ وہ ایک جوان آدمی تھے، وزیروں کی زیادہ تر تعداد جوان تھی۔ انھوں نے بات یہ ہے کہ بہت سے تجربہ کار لوگ انقلاب کے زمانے

میں اپنے مادر وطن کو خیر باد کہہ چکے ہیں اور اپنے ملک کی ترقی میں معاون نہیں ہو سکے ہیں۔ شاہ کی حکومت کے بہت سے ممبروں کو شاہ کی سادمت کے جرم میں پھانسی دے جانے کے عمل نے ایک بڑی تعداد کو انخلا پر مجبور کر دیا تھا۔ صحیح اعداد و شمار کا پتہ نہیں چلتا ہے لیکن سرکاری اعداد و شمار کے مطابق تین سو لوگوں کو پھانسی دی گئی ہے، نائب وزیر کی نظر کے بعد جو کہ زیادہ تر نغروں پر مشتمل تھی، ہم لوگ سخت نگرانی کے ساتھ بسوں میں لائے گئے، دوپہر ہو چکی تھی، منظر اخبار میں یہ خبر آئی کہ ہر لوگوں نے پلاٹ کا دورہ کیا، اس کے بعد ہم لوگ مجلس قانون ساز گئے اور تیس منٹ یہاں رہے پھر مجلس ظہر کی نماز اور ظہر کے لئے برخاست ہو گئے۔ ظہرانے کے بعد ہم لوگ بس کے ذریعہ ہوٹل پہنچائے گئے، صبح کا سفر کلی طور پر بے فائدہ رہا ہم لوگ نہ ہی اسپیکر سے ملے، نہ ہی کسی ممبر مجلس قانون ساز سے ہی ملاقات ہوئی کہ کوئی سود مند گفتگو ہوتی، ہم لوگوں کو گفتگو کرنے، کسی سے سوال کرنے یا کسی موضوع پر تیار خیال کرنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا یہ وہاں کا دستور ہے۔

چوتھا دن: جمعہ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۲ء جو کہ میرے کوہر لوگوں کو ہفتہ نبرہ گورستان کی زیارت کرائی گئی جہاں جنگی شہیدوں اور بائیں بازو کی بمباری کے نتیجے میں مارے گئے لوگ مدفون ہیں ہر جگہ کو ایک بڑے مجمعے میں ہاں نماز اور کرتا ہے جس وقت ہم لوگ وہاں پہنچے نماز قریب ختم کے تھی۔ امام نے فارسی میں خطبہ دیا جہاں تک میں اندازہ کر سکتا ہوں انھوں نے صرف عوام کے جذبات کو اظہار اور اجتماعی ہٹنری کی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے جذبات اور ہٹنری کی کیفیت انھیں انقلاب میں خون بہانے پر آمادہ کرتی ہے۔ (دجاری)

یوپی کے مغربی اضلاع میں امام اہلسنت کے وفد کی روداد (دوسری قسط) اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

طلبہ کا صفحہ

مولانا مسعود علی ندوی حیات و خدمات

عبدالحکیم طالب رانجھوی

رہا، اور اس سے آج بھی ساری دنیا کو نصیب پہنچ رہا ہے۔ ندوۃ العلماء کو گورنمنٹ کالج بنانے سے بھانے اور اس کی امتیازی حیثیت کو باقی رکھنے میں مولانا مسعود علی صاحب ندوی نے بہت نمایاں کردار ادا کیا ہے، کیونکہ مولانا ابوالکلام کی وزارت تعلیم کے زمانے میں یا گورنمنٹ ایک سرکاری عرب کالج بنانا چاہتی تھی، مولانا آزاد نے مدد سے اپنے سابقہ تعلقات کی بنا پر اہل ندوہ کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ اگر آپ لوگ اس کے لئے راضی ہو جائیں تو گورنمنٹ اس کی کاروائی بنوادے گی، اب ایک طرف ندوہ کی موت و حیات کا مسئلہ تھا تو دوسری طرف مولانا آزاد جیسی شخصیت کی رائے کو بالکل ٹھکانا بھی آسان نہ تھا، مولانا مسعود علی صاحب ندوی کی ذہانت و فطانت، بیچار مغزی اور خوش تدبیری ایسے ہی آڑے وقت میں کام آتی تھی، انھوں نے مولانا آزاد سے اس خوش اسلوبی سے بات کی کہ خود ان کی کچھ بات اسٹیجی، مولانا نے ان سے جا کر کہا کہ علامہ شبلی اور مولانا موملکیری کی قرون پر تو بانی ندوہ لکھا جا رہا ہے، کیا آپ پسند کریں گے کہ ہماری اور آپ کی قرون پر داخل ندوہ لکھا جائے، مولانا آزاد نے کہا، نہیں، مسعود علی ہرگز نہیں، بس میں پر وہ ساری اسکیم ختم ہوگئی، اور ندوہ آج بھی اسی آن بان کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے اور اپنے بے نظیر خدمات اور کارناموں کی وجہ سے پوری اسلامی دنیا میں ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ مولانا کے کارہائے نمایاں کی ایک کٹی سی جھلک سامنے آچکی، اب آئے ان کی حیات اور پیشہ ہا خدمات کا ذرا تفصیلی مطالعہ کریں۔

دبستان شبلی سے خوشہ چینی کرنے اور چمنستان شبلی کے بھولوں سے اپنا دامن بھرنے والوں میں جہاں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا حمید الدین فراہی اور مولانا عبدالسلام ندوی وغیرہ کا نام آتا ہے وہیں مولانا مسعود علی صاحب ندوی کا نام بھی سر فہرست ہے، آپ نے ۱۹۱۶ء میں ندوہ سے فراغت حاصل

فراہی نے مالی حیثیت سے اس کو مضبوط کرنے کا بیڑا اٹھایا اور مولانا مسعود علی صاحب ندوی نے انتظامی معاملات کو اپنے ذمہ لیا اور شبلی شکر نے اصلاحات کی ہدایت کی ذمہ داری قبول کر لی، اس طرح یہ قسافلہ "شبلی مشن" پر رواں دواں اور ان کے ناتمام کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کوشاں ہو گیا، ان میں سے کسی نے اپنی تجویز عملی تحقیق دانی اور قرآنی تدبیر و بصیرت کا سکہ بٹھا کر اپنے استاد کا نام روشن کیا تو کسی نے اپنی تنظیمی لیاقت اور تدبیر و ہدایت سے قوم کے دلوں پر عملرانی کی مولانا مسعود علی ندوی کا شمار آخر ان ذکر لوگوں میں کیا جاتا ہے آپ نے کوئی تصنیفی یا تحریری چیز نہیں لکھی آپ مصنف نہیں پیدا ہوئے اور علمی آدمی تھے، ہمارے ندوہ کے وسیع و عریض اور عالی شان سید و دارالمنصفین کی حسین و جمیل عمارتیں، خوبصورت ترین مسجد اور خوشنما چمن زار آپ کے حسن ذوق کا زندہ ثبوت ہیں۔ آپ نے شہر و دیہات کی آبادی کی، خدا نے آپ سے گلشن دین کی "خدا" لبھاتا ہوا جو زمین بنا دیا، اور اسے میں شادانہ اور دل فریب عمارتیں کھڑی کرنا آپ ہی کا کام تھا، مولانا نے اس احمدی حیرت نوری آپ کو انھیں خصوصیتوں اور تجویز صلاحیتوں کی بنا پر "وحدہ لاشدیک لہ" کہتے تھے اور بجا کہتے تھے، آپ نے جو کچھ کیا ہے اس کا نام و نہاد سے جنت اپنے آپ کو دود رکھا، اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے بجائے اپنے ادارہ قائم کرنے کا عزم کر لیا اور اندر اندر کا نظم و نسق درست کرنے کا بیڑا اٹھا لیا، لیکن شاید اب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، اس لئے سب سے پہلے اپنے خوشہ چینیوں میں سے علامہ سید سلیمان ندوی، علامہ حمید الدین فراہی، مولانا مسعود علی ندوی اور مولانا شبلی شکر ندوی کے نام خطوط لکھے اور ان سبوں کو اپنے پاس بلا لیا اور اپنی رحلت کی تیرگی دور کرنے کے لئے پہلے ہی چند تدریسی فرائض کو دیں، علامہ شبلی کی وفات کے تیسرے ہی دن ان چاروں نے مل کر اخذات الصفا نام کی ایک کٹی سی بنائی جس کے صدر علامہ حمید الدین فراہی اور مگر مگر علامہ سید سلیمان ندوی اور ناظرین کا مسودہ صاحب ندوی مقرر ہوئے وہ بعد میں کسی ادارہ المنصفین کی مجلس انتظامیہ میں جرحیل ہو گئی مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے مضامین و مقالات کے ذریعہ دارالمنصفین کی تعارف کا ایک سلسلہ شروع کر دیا مولانا حمید الدین

جب علامہ شبلی نے ندوہ سے علیحدگی کے بعد اپنے وطن اعظم گڑھ میں بود باش اختیار کر لی تو ملت کی شکل بھانے، اپنی علمی کاوشوں کو منظر عام پر لانے اور اپنے ناتمام کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے دارالمنصفین کے نام سے ایک علمی و تحقیقی ادارہ قائم کرنے کا عزم کر لیا اور اندر اندر کا نظم و نسق درست کرنے کا بیڑا اٹھا لیا، لیکن شاید اب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، اس لئے سب سے پہلے اپنے خوشہ چینیوں میں سے علامہ سید سلیمان ندوی، علامہ حمید الدین فراہی، مولانا مسعود علی ندوی اور مولانا شبلی شکر ندوی کے نام خطوط لکھے اور ان سبوں کو اپنے پاس بلا لیا اور اپنی رحلت کی تیرگی دور کرنے کے لئے پہلے ہی چند تدریسی فرائض کو دیں، علامہ شبلی کی وفات کے تیسرے ہی دن ان چاروں نے مل کر اخذات الصفا نام کی ایک کٹی سی بنائی جس کے صدر علامہ حمید الدین فراہی اور مگر مگر علامہ سید سلیمان ندوی اور ناظرین کا مسودہ صاحب ندوی مقرر ہوئے وہ بعد میں کسی ادارہ المنصفین کی مجلس انتظامیہ میں جرحیل ہو گئی مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے مضامین و مقالات کے ذریعہ دارالمنصفین کی تعارف کا ایک سلسلہ شروع کر دیا مولانا حمید الدین

